77

اسلام ہی زندہ خدا پیش کرتا ہے

(فرمودہ ۲۳- دسمبر ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام نے جس خدا کا یا صحیح لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ جو خدا تعالیٰ کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے یا اس کی صفات بیان فرمائی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا میں کسی قسم کا تعصب اور کسی قسم کا فساد باقی رہ ہی نہیں سکتا۔

یورپ کے بعض مصنفین نے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بندے کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندے نے خدا کو پیدا کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسا خدا موجود نہیں جس نے روح اور مادہ کو پیدا کیا ہو بلکہ انسانی دماغ نے بعض حالات سے متأثر ہو کر یعنی کبھی خوف کے جذبہ کے ماتحت، کبھی امید کے جذبہ کے ماتحت، کبھی اس خیال سے کہ میری مشکلات کو کون دور کرے گا اور کبھی اس خیال سے کہ میری قربانیوں کا بدلہ دینے والی کوئی ذات ہونی چاہئے، خود بخود ایک ذہنی وجود گھڑ لیا اور اس کا نام خدا رکھ دیا۔ پھر خود بخود ہی مطمئن ہو گیا اور خیال کرنے لگا کہ یہ ہستی مجھے خطرات سے بچائے گی، میری قربانیوں کا بدلہ دے گی اور پیش آمدہ مصائب میں میری حفاظت کرے گی۔ جن مشکلات سے مجبور ہو کر دہریت کی طرف مائل انسانوں نے یہ خیال کیا کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا بلکہ انسان نے خدا کو پیدا کیا ہے، وہ اتنی زبردست مشکلات ہیں اور ایسا مؤثر فلسفہ ہے کہ بعض خدا پرستوں کے اگر دل میں یہ بات نہیں کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا بلکہ انسان نے خدا کو پیدا کیا ہے تو کم از کم اس کے مشابہہ ایک اور چیز ان کے ذہنوں میں ہوتی ہے جس میں خدا کے وجود کو تو تسلیم کر لیا جاتا ہے مگر اس خیال کو

بھی کلیتاً رَد نہیں کیا جاسکتا- یورپ کے وہ لوگ جو دہریت سے تعلق نہیں رکھتے انہوں نے کہا ہے
کہ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان نے خدا کو
پیدا کیا ہے مگر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا اور انسان نے اس احسان کا بدلہ
اتارنے کے لئے خدا کو ایک نئی صورت دے دی- گویا جب خدا نے انسان کو انسان بنایا تو انسان
نے اس کا احسان نہیں رکھا بلکہ اس نے بھی خدا کو ایک نئی صورت دے دی- وہ امر جس کی وجہ
سے یورپین لوگوں کو یہ غلطی لگی یہ ہے کہ مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کے لوگوں نے اللہ تعالٰی
کی ہستی کے متعلق ایسے خیالات رکھے جن میں صراحتاً اختلاف موجود ہے- ہندوؤں نے جو خدا کی
شکل پیش کی ہے وہ اس سے مختلف ہے جو جینیوں نے پیش کی- اور جو جینیوں نے خدا تعالٰی کی ایک
ذہنی تصویر اتاری ہے' وہ اس سے مختلف ہے جو بدھوں نے اتاری ہے- اور جو بدھوں نے اللہ
تعالٰی کی شکل بنائی وہ زرتشتیوں کے خدا کی صورت سے مختلف ہے- اسی طرح زرتشتیوں
نے اللہ تعالٰی کی جو صورت بنائی وہ اس سے مختلف ہے جو یہود نے بنائی- اور یہود کی بنائی ہوئی
صورت عیسائیوں کی تیار کردہ صورت سے مختلف ہے- اور عیسائیوں کی تجویز کردہ صورت سے وہ
صورت بالکل مختلف ہے جو اسلام نے اللہ تعالٰی کے متعلق پیش کی- اب ایک مذہب سے ناواقف
آدمی جب اللہ تعالٰی کی ہستی کے متعلق اس قدر اختلاف دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے- اور وہ اس
امر کو نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں یہ کہا جاتا ہے کہ باقی سب مذاہب کو خدا نے ترک کر دیا اور صرف
ایک مذہب سے اپنے تعلق کو مخصوص کر لیا- اور یہ کہ صرف ایک مذہب کی سچی راہنمائی ہی اللہ
تعالٰی نے کی ہے اور باقیوں کے لئے سیدھے راستہ کے دروازے بند کر دیئے- کیونکہ یہ بھی تو ظلم
ہے کہ پیدا تو اس نے سب کو کیا ترقی کی قوتیں بھی سب کو دیں' امیدیں بھی سب کے دل میں پیدا
کر دیں مگر روحانی ترقی کرنے کے دروازے سوائے ایک مذہب کے سب کے لئے بند کر دیئے-
یورپین لوگ کہتے ہیں کہ دراصل اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے اپنی عقل سے خدا کی
تصویر کھینچی اور اپنے اپنے ماحول کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے چلے گئے- یہودیوں نے خدا کو
اپنے قومی کیریکٹر کے ماتحت دیکھا' زرتشتیوں نے اسے اپنے کیریکٹر کے ماتحت دیکھا' عیسائیوں
نے اسے اپنے حالات کے مطابق دیکھا' جینیوں نے اسے اپنی ذہنیت کے ماتحت دیکھا' غرض ہر قوم
نے اپنے اپنے حالات کے ماتحت اللہ تعالٰی کی ہستی کو دیکھا اور اس وجہ سے اللہ تعالٰی کی نسبت
مختلف مذاہب کی آراء میں اختلاف پیدا ہو گیا- میں کہتا ہوں اچھا ہم فرض کر لیتے ہیں جو کچھ تم نے

کہا درست ہے دنیا میں اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے اور ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نسبت مختلف مذاہب نے مختلف خیالات اپنے اپنے حالات کے ماتحت بیان کئے تو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد ﷺ کا خدا سب سے اعلیٰ و برتر خدا ہے اس لئے کہ اگر اسلام نے خدا تعالیٰ کے متعلق جو خیالات پیش کئے ہیں' وہ محمد ﷺ کی ذہنیت کا ہی عکس ہیں تو بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ محمد ﷺ کا کیریکٹر سب سے اعلیٰ تھا- کیونکہ آپ کا کیریکٹر کیا تھا یہ کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[1] ہندوؤں نے اپنے کیریکٹر کے مطابق اللہ تعالیٰ کا جو نقشہ کھینچا' عیسائیوں نے اپنے کیریکٹر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جو تصویر کھینچی' یہودیوں نے اپنے خیالات کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ بیان کیا میں کہتا ہوں ان تمام باتوں کو لے آؤ اور پھر محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا اس سے مقابلہ کر کے دیکھو' تمہیں معلوم ہو گا کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر یہ امر تسلیم بھی کر لیں کہ محمد ﷺ نے اپنے خیالات کے ماتحت اللہ تعالیٰ کا نقشہ کھینچا' تب بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ باقی تمام مذاہب نے اللہ تعالیٰ کو ایک قومی خدا کی صورت میں پیش کیا مگر محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اسی ہستی کو اپنا خدا بناؤں گا جو ساری دنیا کا خدا ہو اور جو کسی خاص قوم سے تعلق نہ رکھتا ہو' یعنی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہو- غرض اس راہ سے اگر فلسفہ بھی حملہ کرے تو باقی تمام مذاہب اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے- صرف اسلام ہی ہے جو قائم رہے گا اور جسے کوئی اعتراض جنبش میں نہیں لا سکے گا اس لئے کہ دنیا اگر ترقی کر سکتی ہے تو صرف اس خدا پر ایمان لا کر جسے محمد ﷺ نے پیش کیا ہے- پس خواہ مخالف ان خیالات کو محمد ﷺ کے ذاتی خیالات ہی قرار دیں تب بھی اس امر سے انکار نہیں ہو سکے گا کہ محمد ﷺ باقی تمام ہادیوں سے افضل ہیں کیونکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے متعلق جو خیال پیش کیا وہ باقی تمام خیالات پر فوقیت رکھتا ہے مگر یہ بحث ہی لغو اور بے ہودہ ہے- اصل بات یہ ہے کہ اختلافات پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ لوگوں نے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ خدا کو نہیں سمجھا- خدا تعالیٰ نے بے شک اپنے آپ کو رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی صورت میں پیش کیا مگر جب لوگ خدا تعالیٰ سے دور ہوتے گئے اور اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی راستی کو نظر انداز کر گئے تب انہوں نے اپنے دماغ سے کام لینا شروع کر دیا اور دماغی تخیّلات کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی نئی صورت قائم کر لی- اور چونکہ یہ مصنوعی خدا تھا اس لئے اس میں زندگی کی علامات بھی نظر نہ آسکیں- کیونکہ یہ لازمی بات ہے کہ اصلی خدا اور انسانوں کے بنائے ہوئے خدا میں زمین و آسمان کا فرق ہو گا- پس ان کا مُردہ خدا تھا مگر محمد ﷺ نے جو خدا پیش کیا وہ زندہ اور قادر خدا ہے- اور یہ واضح بات

ہے کہ مُردے پر زندے تو تصرف کر لیتے ہیں مگر زندے پر مُردے تصرف نہیں کر سکتے۔ مُردہ پہلوان کو گدھیں کھا سکتی ہیں اور مُردہ شکاری کو چیلیں نوچ سکتیں ہیں مگر زندہ انسان سے یہ تمام چیزیں بھاگتی ہیں اور دور سے بندوق کی نالی دیکھ کر ہی خائف ہو جاتی ہیں۔ پس دوسرے مذاہب والوں نے جو خدا پیش کیا وہ مُردہ خدا ہے اور اسی لئے چیلوں اور گدھوں نے ان کے مردہ خدا کے گوشت کو کھانا شروع کر دیا۔ مگر اسلام نے جس خدا کو پیش کیا ہے وہ زندہ خدا ہے اور زندہ خدا پر حملہ کرنے میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پس چونکہ اسلام زندہ مذہب ہے اور اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اس لئے وہ لوگوں کے حملوں اور ان کی دست بُرد سے محفوظ رہا اور آج تک اس کی اصلی صورت نظر آ رہی ہے۔ مُردہ چیز کی اصلی ہیئت بدل جاتی ہے۔ مگر زندہ چیز اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی ہے۔ کیا تم گیہوں کو نہیں دیکھتے جب تک اس میں اس کی زندگی قائم رہتی ہے وہ کیسی شکل میں ہوتی ہے اور جب انسان کے پیٹ میں اس پر موت وارد ہو جاتی ہے تو کچھ حصہ خون اور کچھ حصہ فضلہ بن جاتا ہے۔ پس چونکہ ایک ہی خدا اور زندہ خدا ہے اس لئے اس زندہ خدا کو اسلام نے پیش کیا اور کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ[2] یہی وہ خدا ہے جس کے متعلق ہر انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جب تک زندہ خدا پر انسان کو ایمان حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[3] کبھی کہہ ہی نہیں سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ حقیقی عبادت اور حقیقی استعانت خدا تعالیٰ سے ہی طلب کی جا سکتی ہے۔ یوں تو مختلف لوگ عبادتیں کرتے اور دیوی دیوتاؤں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت بھی وہ لوگ عبادتیں کرتے ہیں جب بالکل مایوس ہو جائیں اور چاروں طرف انہیں ناکامی کے آثار دکھائی دیں۔ اور کیا اس وقت بھی وہ دعا پر یقین رکھتے ہیں جب ان کے لئے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ ایسے اوقات میں صرف وہی شخص دعا مانگتا ہے جو زندہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ چنانچہ اس وقت میں دو مصیبت کے واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف جُھکنا اور اس پر توکل کرنا انہی لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو خدا کی ہستی اور اس کی عظیم الشان قدرتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

بدر کی جنگ کے موقع پر صرف تین سو مسلمان سپاہی تھے اور ان میں سے بھی بہت سے ناتجربہ

کار اور جنگی فنون کے لحاظ سے حقیر سمجھے جاتے تھے۔ ان میں مہاجرین کی تعداد کم تھی اور انصار زیادہ تھے اس طرح مسلمان سپاہیوں کا اچھا خاصہ حصہ ایسا تھا جو جنگی فنون سے ناواقف تھا۔ یہ مدینہ کے وہ لوگ تھے جن کا کام زیادہ تر کھیتی باڑی تھا۔ عرب کے لوگ ایسے لوگوں کو حقیر سمجھا کرتے تھے کیونکہ عرب میں عزت تلوار کی وجہ سے حاصل ہوا کرتی تھی۔ چونکہ وہ تلوار کے دھنی نہ تھے اس لئے حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے۔ جب بدر کی جنگ کے موقع پر عرب کے بعض جرنیل مقابل میں نکلے تو اس وقت کے طریق کے مطابق جو یہ تھا کہ پہلے اکیلے اکیلے نبرد آزمائی کرتے اور پھر فوج فوج پر حملہ کر دیتی۔ عتبہ' شیبہ اور ولید تین جرنیل مکہ والوں کی طرف سے میدان میں آئے اور انہوں نے کہا هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کیا تم میں سے کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کرے۔ انصار اس وقت یہ خیال کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے کیونکہ ہم آپ کو اپنے ہاں لائے ہیں۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ مہاجرین میں سے کوئی نکلتا تین انصاری مسلمانوں میں سے نکل آئے۔ جن میں سے دو پندرہ پندرہ برس کے نوجوان تھے۔ کفار کے جرنیلوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس وقت قاعدہ یہ ہوتا تھا اور اب بھی ہے کہ ڈاڑھی والے ڈھاٹا باندھ لیتے تھے۔ انہوں نے اسی طرح کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کی شکلیں پہچانی نہ جاتی تھیں۔ تاریخوں والے غلطی سے لکھتے ہیں کہ وہ نقابیں اوڑھ کر جنگ کیا کرتے تھے حالانکہ کبھی نقاب ڈال کر بھی لڑائی کی جاسکتی ہے؟ چونکہ ان کی ڈاڑھیاں ہوتی تھیں اس لئے وہ ڈھاٹے باندھ لیتے۔ جس کی وجہ سے ان کے چہرے پوشیدہ ہو جاتے جب یہ انصاری نوجوان نکلے اور مقابلہ کرنے والوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کیونکہ وہ پہچانتے نہ تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار میں سے ہیں۔ اس پر وہ بول اٹھے کہ تعجب ہے مکہ سے نکل کر ہماری قوم کے لوگ ایسے بدتہذیب ہو گئے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں بجائے سپاہیوں کے زمینداروں کو بھیجتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم لڑنے کے لئے تیار نہیں ہم مکہ کے سردار ہیں ہمارے ساتھ سردار ہی آکر لڑیں۔ وہ لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں واپس آگئے۔ اور کہا یا رسول اللہ! وہ تو اس بناء پر لڑائی سے انکار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا تمہاری بجائے اور آدمیوں کو بھیجا جاتا ہے تب رسول کریم ﷺ نے تین سپاہی بھیجے۔ جن میں سے ایک حضرت علی اور ایک حضرت حمزہؓ تھے۔ جب یہ گئے تو کفار نے پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیونکہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اور شکلیں نظر نہیں آتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم علی اور حمزہ ہیں تیسرے کا نام مجھے یاد نہیں رہا[۴]۔ اس پر انہوں نے کہا ہاں اب تم ہمارے مدمقابل ہو ہم تم سے

لڑیں گے۔ یہ واقعہ اس لئے بتایا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر خود دشمن محسوس کرتا تھا کہ مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد فنون جنگ سے ناواقف ہے۔ اور ایسی ناواقف کہ مکہ والے آپ ہی ان سے لڑائی کرنا اپنی ہتک خیال کرتے۔ یہ حالات تھے جو مسلمانوں کے متعلق پائے جاتے تھے اور ظاہری سامانوں کے لحاظ سے کلّی طور پر مایوسی نظر آرہی تھی۔ ادھر مکہ کے لوگوں کو اپنی طاقت و قوت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ بعض ان میں سے اپنے ساتھیوں سے اپیل کرتے کہ آخر یہ مسلمان ہمارے رشتہ دار ہی ہیں' ان سے نہیں لڑنا چاہئے۔ گویا مکہ والے اسے لڑائی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ خیال کرتے تھے کہ ہم چند منٹوں میں ہی ان سب کو قتل کردیں گے اس لئے کہتے اپنے کمزور بھائیوں کو میدان میں مار ڈالنا اچھی بات نہیں۔ غرض جنگی لحاظ سے مسلمانوں کی یہ حالت تھی مگر رسول کریم ﷺ بجائے اس کے کہ میدان جنگ کے متعلق فکر کرتے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے اور بار بار آپ پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا۔ اور آپ فرماتے اے خدا یہ شیطان سے تیری فوج کی آخری جنگ ہے۔ اگر اس میں تیرے مؤمن بندوں نے شکست کھائی اور یہ مارے گئے تو پھر تیرے نام لیوا دنیا سے مٹ جائیں گے۔ پس اے خدا! میں تیری توحید اور تفرید کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو ان کو کامیاب کر[5]۔ غرض لوگ جس وقت نیزے کی انّی تیز کر رہے ہوتے ہیں جب وہ تلواروں کے جھنکارنے میں مشغول ہوتے ہیں جب وہ دیگر آلات حرب کو درست کر رہے ہوتے ہیں اس وقت محمد ﷺ کی نظر میں اگر کوئی تلوار' اگر کوئی نیزہ اور اگر کوئی تیر کام کرنے والا تھا تو وہ اللہ اور اس کے حضور عاجزانہ دعا تھی۔ یہ وہ حقیقی عبادت ہے جس کی اسلام بہت تاکید کرتا ہے۔ عبادت وہ نہیں کہ انسان کبھی مندر میں گیا یا کبھی مسجد میں اور پھر ذرا سی ٹھوکر لگنے پر اپنے ایمان کی ساری پونجی فروخت کرڈالی۔ اور کہہ دیا کہ جاؤ ہم ایسے اسلام کو قبول نہیں کرسکتے۔ بلکہ عبادت وہ ہے کہ جس وقت انسان کے چاروں طرف عبادت سے روکنے والے اسباب اکٹھے ہوں اس وقت سب سے زیادہ عبادت پر زور دے۔ اور سمجھے کہ اگر کوئی ذریعہ نجات دینے والا ہے تو وہ عبادت ہی ہے۔ یہ تو قومی خطرہ کی مثال تھی اب میں ایک نفسی خطرہ کی مثال بھی سنا دیتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ ایک جنگ سے واپس آرہے تھے کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں محمد ﷺ کو ضرور قتل کروں گا۔ آپ راستہ میں ایک جگہ قیلولہ کے لئے ٹھہرے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ باقی تمام صحابی بھی مختلف جگہوں میں آرام کرنے کے لئے پھیل گئے۔ انہیں اس امر کا خیال نہیں تھا کہ کوئی دشمن

ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ رسول کریم ﷺ درخت کے نیچے سو رہے یا اونگھ رہے تھے کہ دشمن نے تلوار کھینچ کر آواز دی مگر نہ معلوم اسے کیا خیال آیا کہ اس نے جگا کر پوچھا بتاؤ اب تمہیں کون میرے حملہ سے بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ۔ جس یقین کے ساتھ، جس وثوق کے ساتھ، جس عبادت اور استعانت کے خیال کے ساتھ آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا اس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ وہ منزلیں مارتا ہوا اپنی قسم پوری کرنے کے لئے آیا تھا اور باوجود اس کے کہ وہ جانتا تھا کہ اپنی زندگی میں سے یہ پہلا موقع حاصل ہوا ہے اس کا ہاتھ لرز گیا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے وہی تلوار ہاتھ میں اٹھائی اور فرمایا۔ بتا اب تجھے میرے حملہ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس شخص کو رسول کریم ﷺ سے سن کر بھی سمجھ نہ آئی اور کہنے لگا آپ ہی رحم فرمائیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ چلے جاؤ تمہارا خون اس قابل نہیں کہ محمد ﷺ سے بہائے[۱]۔ اور آپ سمجھ گئے جس شخص کے دل میں خدا نہیں اس کی زبان پر بھی وہ نہیں آسکتا۔ یہ اس زندہ خدا کی عبادت کا کرشمہ تھا جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مصنوعی عبادات کا نتیجہ بھی دیکھ لو۔ فتح مکہ کے موقع پر تمام کفار سمجھتے ہیں کہ اب ان کے لئے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں اور یہ کہ تمام دروازے ان کے لئے بند ہو چکے۔ ایسے موقع پر میں ایک ایسے فرد کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جو کفر میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد ہجوم تھا آپ نے اعلان کرا دیا تھا کہ بعض شریروں کو مکہ بھی پناہ نہیں دے سکتا وہ جہاں بھی کہیں مل جائیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے ایک ہندہ بھی تھی۔ بیعت لیتے وقت آپ نے کہا کہو ہم شرک نہیں کریں گی عورتوں نے کہا ہم شرک نہیں کریں گی۔ اس پر ہندہ جو بڑی دلیر اور بہادر عورت تھی اور جس نے بعد میں اپنی جرأت اور بہادری کا ثبوت بھی پیش کر دیا اور جو چوری چھپے بیعت کے لئے آئی ہوئی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ نے یہ اقرار لینا چاہا کہ ہم شرک نہیں کریں گی تو وہ بول اٹھی کہ کیا اب بھی کوئی شرک کر سکتا ہے جبکہ ہم نے سارا زور لگایا مگر تو اکیلا ہو کر جیت گیا اور ہمارے معبود ہمارے کسی کام نہ آئے۔ کیا اتنے بڑے نشان کے بعد بھی کوئی شرک پر قائم رہ سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ ہندہ ہے؟ ہندہ نے عرض کیا ہاں ہندہ۔ جانتی تھی کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس پر کوئی تلوار نہیں اٹھ سکتی۔ پس اس نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ یہ ہندہ وہ عورت تھی جو جنگ پر جاتی اور قبیلے والوں کو لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا کرتی حتی کہ احد کی

جنگ میں اس نے سب عورتوں کو سکھادیا کہ کہہ دو آج مردوں میں سے جو شکست کھا کر واپس آئے گا عورتیں اسے طلاق دے دیں گی۔ وہ ہندہ بھی سمجھ گئی کہ زندہ خدا کس مذہب کے ساتھ ہے۔ پس سچی عبادت اور سچی استعانت محض سچے مذہب سے حاصل ہو سکتی ہے۔ سچے مذہب کے بغیر انسان کبھی اللہ تعالیٰ پر وہ یقین اور وثوق پیدا ہی نہیں کر سکتا جو پیدا ہونا چاہئے۔ ہمیشہ مصائب انسان کے دل میں مایوسی پیدا کر دیا کرتے ہیں مگر جس کے دل میں سچا ایمان داخل ہو اس کی مثال وہی ہوتی ہے جو احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی ہوئی کہ چاروں طرف سے دشمنوں نے آگھیرا۔ زمین و آسمان مسلمانوں کے واسطے تنگ ہو گئے۔ منافقوں جیسے بزدل بھی کہنے لگ گئے کہ مسلمانوں کو باہر پاخانہ پھرنے تک کی تو اجازت نہیں مگر دنیا فتح کرنے کے ارادے ہیں۔ سات سات وقت کا فاقہ تھا اور اکثروں نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس وقت جب زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو رہی تھی۔ جب اپنے اور پرائے سب ڈرا رہے تھے اور دشمن چاروں طرف سے حملہ آور تھا۔ ان کی ایمانی حالت کے متعلق خود خدا تعالیٰ گواہی دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ اے مسلمانو! اب تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں یٰاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ[7] تو انہوں نے کہا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے بتا چکا ہے۔ اور یہی مصیبتیں ہیں جن کے بعد ہمارے لئے فتح اور خوشی مقدر ہے۔ پس وہ اپنے ایمان میں اور زیادہ بڑھ گئے۔ غرض خدا تعالیٰ کی عبادت اور استعانت سچے دین سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور ایسا انسان مصائب اور مشکلات کے اوقات میں اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور اس پر اس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں استعارہ کے رنگ میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کیا تو ان سے پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[8] کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا۔ بَلٰی[9] کیوں نہیں۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں ایک نقشہ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔ غرض سچی عبادت اور سچی استعانت محض اسلام میں ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر کیا ہی بدبخت ہے وہ انسان جس کو سچی عبادت اور سچی استعانت حاصل کرنے کا موقع ملا مگر پھر بھی وہ اس کے حاصل کرنے سے محروم رہا۔ اور پھر بھی اس کی عبادتیں اسی رنگ کی رہیں جس طرح کوئی مندروں یا گرجاؤں میں جاکر عبادت کرتا ہے۔ واقعہ میں ایسا انسان اگر پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا اور واقعہ میں یہ اپنی قوم کے لئے ننگ و عار ہے۔ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ خدا ہی ہے جو اسے ان بندھنوں اور شیطانی قوتوں سے نجات دے جن میں وہ پھنسا ہوا ہے کیونکہ وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے تو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

بھی ہے۔ چاہے تو اگلے جہان میں بھی اسے معاف کر سکتا ہے مگر ایسے شخص کی حالت قابل افسوس ضرور ہے کیونکہ اسے ایک نور ملا اور وہ اسے دیکھنے سے محروم رہا۔ اللہ ہی ہے جو اس پر رحم فرمائے مگر وہ لوگ جنہوں نے اس نور کو دیکھا دُہری رحمتوں کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی خلعت کو واپس نہیں کیا بلکہ اسے قبول کیا اور اس پر فخر کیا۔ پس مبارک ہیں وہ اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ اور مبارک ہو تم کو کہ تم میں سے ہر ایک جو یہاں آیا اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ایک خلعت پیش ہوئی اس نے اسے پہننے پر فخر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھولے اور اپنی عظیم الشان برکات کا نزول فرمائے اور ان پر بھی رحم کرے جن کے لئے یہ دروازے کھولے تو گئے مگر وہ اپنی غفلت سے ابھی تک اس میں داخل نہیں ہو سکے کیونکہ وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔

(الفضل ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱۔ الفاتحۃ: ۲

۲۔ الفاتحۃ: ۳، ۴

۳۔ الفاتحۃ: ۵

۴۔ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۵۔ بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰہ تعالٰی اذ تستغیثون.....

۶۔ بخاری کتاب الجھاد والسیر باب من علّق سیفہٗ بالشجر فی السفر عند القائلۃ

۷۔ الاحزاب: ۱۴

۸، ۹۔ الاعراف: ۱۷۳